باسمہ تعالیٰ

سیدنا المحترم الموقر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم العالیۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وبعد:

حضرت والا دامت برکاتہم کی توجہ ایک اہم مسئلہ کیطرف دلاتا ہوں۔

ایک معاملہ ہے جس کو "بیسی" یا "کمیٹی" کہتے ہیں، اسکا طریقہ کار معہود ومعروف ہے۔ اہل علم اس طریقہ کار کو قرض حسن میں داخل کر کے مطلقاً جواز کا فتوی دیتے ہیں، دارالافتاء دارالعلوم کراچی (شرفہا اللہ تعالی وصانہا عن جمیع الشرور والآفات) کا فتوی بھی سامنے آیا اس میں بھی کمیٹی کے بارے میں جواز کا حکم مذکور تھا۔

اس حوالے سے بندہ کے ذہن میں چند اشکالات ہیں جنہیں حضرت والا دامت برکاتہم العالیۃ کی خدمت میں پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں، امید ہے کہ حضرت کی رہنمائی سے بندہ کے اشکالات دور ہو جائیں گے یا حضرت والا دامت برکاتہم العالیۃ جواز کے فتوی پر نظر ثانی فرمائیں گے۔ مذکورہ معاملہ میں اگر قرعہ اندازی نہ ہو بغیر قرعہ اندازی کے ساتھیوں میں سے زیادہ ضرورتمند کو جمع شدہ رقم دی جائے یا ہر ایک کا نمبر پہلے سے متعین کر دیا جائے تو یہ قرض حسن اور جائز ہے لیکن جمع شدہ رقم پر قرعہ اندازی والی صورت کے جواز میں بندہ کو اشکالات ہیں۔

۱) قرعہ اندازی سے پہلے جمع شدہ رقم سب ساتھیوں کی مشترک ملکیت ہے، ہر ایک بعض کا مالک ہے کل کا نہیں۔ قرعہ اندازی سے ایک شخص کو مجموعہ عین مال کا مستحق قرار دیا جاتا ہے اور دوسروں کی ملکیت عین مال سے ختم کر دی جاتی ہے، ان کا حق عین مال سے منتقل کر کے دین فی الذمۃ سے متعلق کر دیا جاتا ہے۔ اب اسمیں اثبات الاستحقاق لأحدهم في عين المال وابطال استحقاق الآخرين في عين المال ہے۔ یہ اثبات وابطال قرعہ اندازی سے ہوا اور یہی قمار کی حقیقت ہے۔

۲) یہ کہنا کہ "قرعہ اندازی رقم کے استحقاق کیلئے نہیں بلکہ تعیین مقروض کیلئے ہے" درست نہیں، اسلئے کہ اقراض بھی تملیکات میں سے ہے اور قرعہ اندازی کا نتیجہ لازم سمجھا جاتا ہے۔

۳) اسی طرح یہ کہنا کہ "دوسرے شرکاء محروم نہیں کیئے جاتے" بھی درست نہیں کیونکہ دوسرے شرکاء عین مال میں ملک واستحقاق سے محروم کیئے جاتے ہیں۔

۴) نیز یہ کہنا کہ "قرعہ اندازی میں جسکا قرعہ نکلا وہ رقم کی ملکیت کا نہیں بلکہ قرض دیئے جانے کا مستحق قرار پاتا ہے" بھی غلط ہے، اسلیئے کہ اقراض تملیک ہے اور قرعہ اندازی کے نتیجہ کو لازم سمجھا جاتا ہے کسی بھی رکن کو مخالفت اور رجوع کا اختیار نہیں ہوتا۔ اسکے علاوہ اقراض تملیک ہے، ابتداءً تبرع اور بقاءً معاوضہ ہے، قرض کیساتھ استحقاق کا متعلق ہونا وضع قرض کیخلاف ہے، لہذا یہ کہنا کہ "نام نکلنے والا شخص قرض دیئے جانے کا مستحق قرار پاتا ہے" صریح البطلان ہے۔

۵) یہ کہنا کہ "بیسی" میں قرعہ اندازی سب شرکاء کی رضامندی سے ہوتی ہے لہذا جائز ہے" درست نہیں، اسلئے کہ قمار کی سب صورتوں میں قرعہ اندازی وغیرہ باہمی رضامندی سے ہوتی ہے۔

۶) قاعدہ "النقد خير من النسيئة" یا "الدين أنقص من العين" کی بنیاد پر بھی یہ طریقہ کار قمار بن جاتا ہے، اسلئے کہ نقد عین مال ہے اور دین حقیقۃً مال نہیں، مال باعتبار مآل ہے، بالفاظ دیگر نقد بمنزلۂ جید ہے اور دین بمنزلۂ ردی ہے، بلکہ نقد ونسیہ کا تفاوت جید اور ردی کے تفاوت سے بھی زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اموال ربویہ میں وحدت جنس کی صورت میں بيع الجيد بالردی مثلاً بمثل درست ہے اور جودت ہدر ہے مگر بيع المعجل بالنسيئة درست نہیں۔

۷) کلی میں قرعہ والی صورت اگر جائز ہوتو پھر یہ بھی جائز ہونا چاہئے کہ ورثاء یا عام شرکاء کے درمیان جب اموال مشترکہ ایک جنس کے ہوں مگر بعض جید اور بعض ردی ہو باہمی رضامندی سے قرعہ اندازی کر کے بعض شرکاء جید کے مستحق قرار دیئے جائیں اور بعض ردی کے۔

اسی طرح یہ بھی جائز ہونا چاہئے کہ ترکہ میں بعض عین مال ہو اور بعض دین، جنس ایک ہو قرعہ اندازی کے واسطے بعض ورثاء عین مال کے مستحق قرار دیے جائیں اور بعض دین کے اور اسکے ساتھ احالہ بھی ہو، تاکہ بیع الدین من غیر من علیہ الدین نہ ہو۔ بلاشبہ یہ مستحق دین اور مستحق ردی کے حق میں بخس ونقص ہے اور ان دونوں صورتوں میں قرعہ اندازی جائز نہیں۔

قال في الهداية: "لأن الموصى له شريك الوارث وفي تخصيصه بالعين بخس في حق الورثة لأن للعين فضلا على الدين ولأن الدين ليس بمال في مطلق الحال وانما يصير مالا عند الاستيفاء فانما يعتدل النظر بما ذكرناه." (باب الوصية بثلث المال، ج: ۸ ص: ۲۸۳، مكتبة البشرى)

وأيضا قال في الهداية: "النقدية أوجبت فضلا في المالية." (باب الربا، ج: ۵ ص: ۱۷۸، مكتبة البشرى)

۸) قرعہ اندازی سے صرف وہ تعیین جائز ہوتی ہے جسکی ولایت قاضی کو بغیر قرعہ اندازی کے حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ قسمت اعیان میں تعدیل سہام کر کے تطییباً ونفیاً للتهمة قرعہ اندازی جائز ہوتی ہے، اسلئے کہ بغیر قرعہ اندازی کے بھی قاضی حکم تعیین کرسکتا ہے، قاضی کو یہ ولایت حاصل ہے۔

"بیسی" میں جمع شدہ رقم مشترک ملکیت ہوتی ہے، قاضی کو یہ ولایت حاصل نہیں کہ پوری رقم کا ایک رکن کے حق میں فیصلہ کرے اور باقی شرکاء کا حق عین مال سے منتقل کر کے دین فی الذمہ سے متعلق کرے۔ لہذا اسمیں قرعہ اندازی بھی جائز نہیں۔

قال الشيخ الامام السرخسي رحمه الله تعالى: "ولسنا نأخذ بهذا لأنه في معنى القمار وفيه تعليق الاستحقاق بخروج القرعة وانما يستعمل القرعة عندنا فيما يجوز الفصل فيه من غير اقراع." (المبسوط، كتاب الصلح: ج: ۲۰ ص: ۱۳۹)

وقال في المبسوط أيضا: "لأن تعيين المستحق بمنزلة الاستحقاق ابتداء فكما أن تعليق الاستحقاق بخروج القرعة يكون قمارا فكذلك تعيين المستحق بخلاف قسمة المال المشترك فللقاضي هناك ولاية التعيين من غير قرعة." (ج:۷ ا ص: ۴۲، دار الكتب العلمية)

وقال الشيخ الامام جمال الدين محمود بن أحمد الحصيري البخاري: "لأن تعيين المستحق بمنزلة الاستحقاق ابتداء فكما أن تعليق الاستحقاق بخروج القرعة يكون قمارا فكذلك تعيين المستحق" شرح الجامع الكبير: ج:۲ ص: ۵۱۲، النسخة المصورة من المخطوطة بجامعة أم القرى بمكة المكرمة)

مذکورہ عبارات میں اگر چہ ایک اور مسئلہ کی تعلیل ہے مگر تعلیل اور قاعدہ عام ہے۔

۹) اقراض تملیک ہے ابتداء تبرع اور بقاءً معاوضہ ہے کما صرح به الفقهاء رحمهم الله تعالى اگر جہت ابتداء کو دیکھا جائے تو تبرع تملیک کیلئے قرعہ اندازی ہے اور یہ جائز نہیں، جیسا کہ ایک دوسرے کو ہبہ کرنے یا عاریہ کرنے کیلئے قرعہ استعمال کیا جائے، اور اگر جہت بقاء کو دیکھا جائے تو عقد معاوضہ ہے، معاوضہ کے اندر بھی قرعہ استعمال کرنا جائز نہیں جیسا کہ بیع میں قرعہ استعمال کرنا جائز نہیں اور جسطرح بیع بالقاء الحجر، بیع الملامسة اور بيع المنابذة جائز نہیں۔

۱۰) "بیسی" کو قرض میں داخل کر کے جواز کا قول کیا جاتا ہے تو کیا اقراض واستقراض کیلئے اقراع جائز ہوگا؟ جیسا کہ چند اشخاص رقم جمع کئے بغیر یہ

طے کرے کہ قرعہ اندازی کرتے ہیں جس کا قرعہ نکلا اس کو باقی ساتھی مخصوص مقدار قرضہ دیں گے۔ یہ بندہ قاصر کے نزدیک قمار ہے جائز نہیں۔

۱۱) تہایؤ فی الاعیان درست نہیں اور "بیسی" میں قرعہ اندازی قرض حسن کے بجائے تہایؤ فی الاعیان کی جہت کا تعین کرتا ہے۔ اسلئے کہ قرض میں تبرع مقصود ہوتا ہے اور تہایؤ میں طلب مال یا طلب منفعت مقصود ہوتا ہے، جبکہ "بیسی" میں بھی ہر ایک ساتھی کا مقصود طلب مال ہوتا ہے۔

قال في الهداية: "ولو كان نخل أو شجر أو غنم بين اثنين فتهايئا على أن يأخذ واحد منهما طائفة يستثمرها أو يرعاها ويشرب ألبانها لا يجوز لأن المهايأة في المنافع ضرورة أنها لا تبقى فيتعذر قسمتها وهذه أعيان باقية يرد عليها القسمة عند حصولها." (ج: ۴ ص: ۴۲۲)

قلیوبی شافعی رحمہ اللہ تعالی نے کمیٹی کا جواز لکھا ہے مگر وہ بغیر قرعہ والی صورت ہے:

"الجمعية المشهورة بين النساء بأن تأخذ امرأة من كل واحدة من جماعة منهن قدرا معينا في كل جمعة أو شهر وتدفعه لواحدة بعد واحدة الى آخرهن جائزة." (قليوبي وعميرة: ج: ۱ ص: ۲۵۸، مكتبة أنس بن مالك مكة المكرمة زادها الله شرفا)

۱۲) مذکورہ معاملہ میں قرعہ اندازی میں نام نکلنے والا شخص کا زیادہ خوش ہونا اور باقی شرکاء کا غمزدہ اور پریشان ہونا قرض حسن کے بجائے قمار کی جہت کا تعین کرتا ہے۔

۱۳) اس معاملہ کو قسمۃ الاعیان میں قرعہ اندازی پر قیاس کرنا درست نہیں، اسلئے کہ قسمت میں ہر ایک شریک کو اپنے استحقاق کے مطابق فی الحال عین مال (حصہ) مل جاتا ہے۔ اسی طرح اس کو تہایؤ فی الزمان یا فی المکان کے اندر قرعہ اندازی پر قیاس کرنا بھی درست نہیں اسلئے کہ محل منافع فی الحال موجود ہے بخلاف الجمعیۃ (کمیٹی) کہ اس میں باقی شرکاء کا حق ذمہ کے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے کوئی عین مال یا محل استحقاق موجود نہیں ہوتا۔

۱۴) بعض اہل علم اس شرط کیساتھ قرعہ والی صورت کے جواز کا فتوی دیتے ہیں کہ قرعہ کا نتیجہ لازم نہ سمجھا جائے، مگر یہ مفروض صورت ہوگی اس کا کوئی وجود خارج میں نہیں، قرعہ کا نتیجہ لازم نہیں سمجھا جاتا تو پھر قرعہ اندازی کیوں کی جاتی ہے۔

فقط واللہ تعالی اعلم

تلمیذ کم الحقیر بندہ مجیب الرحمن

جامعۃ العلوم الاسلامیہ خیمہ میر گرہ ضلع لوئیر دیر صوبہ خیبر پختونخوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامدا ومصلیا

"بیسی" در حقیقت قرض کا ایسا معاملہ ہے جس میں چند افراد آپس میں یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ ان میں سے ہر شخص ہر ماہ ایک مقررہ رقم جمع کرائے گا اور پھر وہ جمع شدہ رقم انہی میں سے ایک شخص کو بطورِ قرض دیدی جائے گی، اور وہ شخص آئندہ اقساط کی شکل میں اس قرض کو واپس لوٹائے گا۔ اس کا فائدہ محض یہ ہے کہ ایک شخص کو یکمشت کثیر رقم بطورِ قرض مل جاتی ہے اور اقساط کی شکل میں ادائیگی کی وجہ سے اس قرض کی واپسی میں سہولت ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ جس طرح کمیٹی کی جمع کردہ رقم باہمی رضامندی سے بغیر قرعہ اندازی باری باری ہر ایک کو دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، اسی طرح اگر مقروض کی باری کا تعین قرعہ اندازی کے ذریعے کیا جائے تو اس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں، اسلئے کہ جہاں کسی معاملے میں ایک سے زائد جائز راستے ہوں تو ایک کے تعین کیلئے قرعہ اندازی کرنا شرعاً جائز ہے۔ (التبویب: ۷۵/۲۲۷)

جہاں تک مذکورہ دلائل کا تعلق ہے تو ان کے جواب سے پہلے چند باتوں کی وضاحت مناسب ہے۔

پہلی یہ کہ قمار کی جو تعریف اور صورتیں فقہاء کرامؒ کے درمیان مشہور و معروف ہیں، ان کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قمار کے لازمی عناصر مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف)۔ قمار دو یا دو سے زیادہ فریقوں کے درمیان ایک معاملہ ہوتا ہے۔

(ب)۔ اس معاملے میں ہر فریق اپنی ملکیت کو " خطر " یعنی داؤ پر لگاتا ہے۔

(ج)۔ قمار میں دوسرے کا جو مال حاصل کرنا منظور ہو اس کا حصول کسی ایسے غیر یقینی اور غیر اختیاری واقعے پر موقوف ہوتا ہے، جس کے پیش آنے کا بھی احتمال ہو اور پیش نہ آنے کا بھی۔

(د)۔ قمار میں جو مال داؤ پر لگایا جاتا ہے یا تو وہ بغیر کسی معاوضے کے دوسرے کے پاس چلا جاتا ہے جس کے نتیجے میں داؤ پر لگانے والے کا خالص نقصان ہوتا ہے یا پھر دوسرے کا کچھ مال اس کے پاس بغیر معاوضے کے آجاتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کا خالص نقصان ہوتا ہے۔

جس کسی معاملے میں یہ چار عناصر پائے جائیں گے وہ قمار میں داخل ہوگا اور شرعاً حرام ہوگا۔ (بحوث فی قضایا فقہیہ: ۲/۲۳۶)

دوسری بات یہ کہ قمار اور قرعہ اندازی ایک چیز نہیں، بلکہ بعض اوقات قرعہ اندازی کو قمار کے مقصد کیلئے استعمال کیا جاتا ہے اسلئے ہر قرعہ اندازی قمار نہیں ہوتی بلکہ صرف وہ قرعہ اندازی قمار ہوگی جہاں مذکورہ بالا قمار کی حقیقت پائی جائے، لہٰذا جہاں قمار کی یہ حقیقت موجود نہ ہو اور کسی جائز مقصد کے حصول کیلئے قرعہ اندازی کی جائے تو نہ وہ قمار ہے اور نہ اسے مطلقاً ناجائز کہا جاسکتا ہے۔

اس وضاحت کے بعد مذکورہ دلائل کا نمبر وار جواب ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)۔۔۔ قرعہ اندازی کے نتیجے میں ثابت ہونے والا ہر اثبات وابطالِ استحقاق قمار نہیں ہوتا، بلکہ صرف وہ "اثبات و ابطالِ استحقاق" قمار کہلائے گا جس میں کسی ایک شریک کا حق ثابت کرنے سے دوسرے کا حق بالکلیہ فوت ہو جاتا ہو، اس طور پر کہ اسے اپنا حق (یا اس کا پورا پورا معاوضہ) کسی صورت میں واپس نہ ملے۔ چنانچہ "فتح القدیر" کی درج ذیل خط کشیدہ عبارت سے بھی اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ قرعہ اندازی اس موقع پر ناجائز ہے جہاں اس کے ذریعے کسی مستحق کو اس کے حق سے بالکلیہ محروم کیا جا رہا ہو۔

وَنَحْنُ لَا نَنْفِي شَرْعِيَّةَ الْقُرْعَةِ فِي الْجُمْلَةِ بَلْ نُثْبِتُهَا شَرْعًا لِتَطْيِيبِ الْقُلُوبِ وَدَفْعِ الْأَحْقَادِ وَالضَّغَائِنِ كَمَا فَعَلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلسَّفَرِ بِنِسَائِهِ ـــ وَالْحَاصِلُ أَنَّهَا إنَّمَا تُسْتَعْمَلُ فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِي يَجُوزُ تَرْكُهَا فِيهَا لِمَا ذَكَرْنَا مِنْ الْمَعْنَى ، وَمِنْهُ اسْتِهَامُ زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَهُمْ عَلَى كَفَالَةِ مَرْيَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ كَانَ لِذَلِكَ ، وَإِلَّا فَهُوَ كَانَ أَحَقَّ بِكَفَالَتِهَا لِأَنَّ خَالَتَهَا كَانَتْ تَحْتَهُ ، وَاَللَّهُ أَعْلَمُ .فَأَمَّا أَنْ يَتَعَرَّفَ بِهَا لِاسْتِحْقَاقٍ بَعْدَ اشْتِرَاكِهِمْ فِي سَبَبِهِ فَأَوْلَى مِنْهُ ظَاهِرُ التَّوْزِيعِ لِأَنَّ الْقُرْعَةَ قَدْ تُؤَدِّي إلَى حِرْمَانِ الْمُسْتَحِقِّ بِالْكُلِّيَّةِ لِأَنَّ الْعِتْقَ إذَا كَانَ شَائِعًا فِيهِمْ يَقَعُ فِي كُلٍّ مِنْهُمْ مِنْهُ شَيْءٌ ، فَإِذَا جُمِعَ الْكُلُّ فِي وَاحِدٍ فَقَدْ حُرِمَ الْآخَرُ بَعْضَ حَقِّهِ ، بِخِلَافِ مَا إذَا وُزِّعَ فَإِنَّهُ يَنَالُ كُلًّا شَيْءٌ ۔(4 / 493)

لہٰذا قرعہ اندازی کے ذریعہ بیسی نکالنے کی صورت میں اگرچہ ضمناً بعض شرکاء کا حق عینِ مال سے دین فی الذمہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لیکن چونکہ بعد میں ہر ایک کو اپنا پورا پورا حق واپس مل جاتا ہے اسلئے اسے قمار قرار دے کر ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔ نیز یہ تو عام قرض میں بھی ہوتا ہے کہ قرض دینے کے بعد مُقرض کا حق دین فی الذمہ سے متعلق ہو جاتا ہے لیکن اس کو کسی نے قمار میں شمار نہیں کیا۔

اسی طرح اگر بالفرض یہ قرعہ اندازی اثبات وابطالِ استحقاق بن کر قمار ہوتی، تو پھر بغیر قرعہ اندازی والی صورت بھی ناجائز ہونی چاہیے، کیونکہ اس میں بھی یہی اثبات وابطالِ استحقاق پایا جاتا ہے۔

(۲)۔۔۔ مروجہ بیسی میں قرعہ اندازی محض تعیینِ مقروض کیلئے ہی ہے اور یہاں لزوم شرعاً نہیں ہے یعنی قرعہ اندازی نکلنے کے بعد بھی شرکاء قسط جمع کرانے کے شرعاً پابند نہیں، اور لوگوں کا اپنے آپ کو پابند سمجھنا محض وعدہ کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

(۳)۔۔۔ عین مال میں ملک اور استحقاق سے محروم ہونا تو قرض مجرد (یا بیسی بغیر قرعہ والی صورت) میں بھی ہے کہ مقرض عین مال سے محروم ہو جاتا ہے۔ جو وجہ جواز وہاں ہے وہی یہاں بھی ہے اور محض قرعہ اس میں اثر انداز نہیں۔

(۴)۔۔۔ "قرض دیئے جانے کا مستحق قرار پانے" سے مراد کسی شریک کا مقروض ہونے کی حیثیت سے متعیّن ہونا ہے، نہ کہ ابتداء قرض دیئے جانے کا استحقاق ثابت ہونا، اسلئے کہ یہ استحقاق تو باہمی معاہدے کی بناء پر ہر شریک کو پہلے ہی سے حاصل ہے اور اسی وجہ سے قرعہ اندازی میں صرف انہی لوگوں کا نام شامل کیا جاتا ہے جنہوں نے بیسی میں بحیثیتِ شریک اپنا نام درج کیا ہو اور جو اپنے آپ کو مستحق بھی قرار دیتے ہوں، لہذا یہاں استحقاق شرعی ثابت نہ ہوا۔ نیز نتیجہ کا لزوم بھی یہاں نہیں ہے بلکہ قرعہ کے بعد ہر شریک شرعاً آزاد ہوتا ہے اور اگر پابند بھی ہو تو صرف اپنے وعدہ کی بناء پر پابند ہوتا ہے پھر اس پابندی میں " الدیون تقضی بامثالہا " کے قاعدہ سے خروج نہیں ہوتا، لہذا نہ ربا لازم آتا ہے نہ قمار۔

(۵)۔۔۔ اقراض یا استقراض کو قمار پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اسلئے کہ قمار عقدِ حرام ہے جس میں رضامندی مفید نہیں، اور قمار ہونے کیلئے ان چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جو اوپر بیان کی گئیں جو یہاں موجود نہیں۔ جبکہ اقراض یا استقراض عقدِ جائز ہے اور اس میں رضامندی بھی مفید ہے۔

(۶)۔۔۔ واضح رہے کہ "النقد خیر من النسیئة" یا "الدین انقص من العین" مسلّم ہے لیکن اس کی دو صورتیں ہیں، (الف)۔ عقدِ معاوضہ میں ہو، (ب)۔ عقدِ تبرع میں ہو۔ عقدِ معاوضہ (بیع، تقسیم وغیرہ) میں اس قاعدے کے تحت سود یا قمار کا لازم ہونا ممکن ہے لیکن عقدِ تبرع (قرض وغیرہ) میں اس کی وجہ سے قمار لازم نہیں آتا، ورنہ تو قرض کی مشروعیت ہی ختم ہو جائے گی، کیونکہ قرض میں یہی نقد و نسیئہ ہوتا ہے۔ اور بیسی میں چونکہ قرض کا معاملہ ہوتا ہے جو عقدِ تبرع ہے لہذا اسمیں مذکورہ قاعدے کی بنا پر قمار لازم نہیں آتا۔

نیز اگر بالفرض قرعہ اندازی کی وجہ سے قمار لازم آتا ہے تو پھر بغیر قرعہ اندازی بھی قمار لازم آنا چاہئے، اسلئے کہ یہ قاعدہ محض قرعہ اندازی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بغیر قرعہ والی صورت کو بھی شامل ہے۔

(۷)۔۔ اولاً تو اقراض و استقراض پر "قسمة" کو قیاس کرنا درست نہیں، کیونکہ اقراض یا استقراض عقدِ تبرع ہے جس میں توسع ہوتا ہے اور "قسمة" عقدِ معاوضہ ہے (کیونکہ اس میں تبادلہ ہوتا ہے جو بحکم بیع ہے) اور عقدِ معاوضہ میں تنگی ہوتی ہے۔

دوم یہ کہ جو دو صورتیں مذکور ہیں، ان میں سے پہلی صورت میں قرعہ اندازی کو ناجائز کہنا قابل تسلیم نہیں، اسلئے کہ یہ حکم توعدمِ جواز کی دلیل پائے جانے پر مبنی ہے۔ جبکہ تلاش بسیار کے باوجود ہمیں عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں مل سکی۔ بلکہ "المبسوط" میں اس کے برخلاف ایک ایسا جزئیہ ملا جس سے دلالۃً مذکورہ صورت کا جواز ثابت ہوتا ہے، چنانچہ مذکور ہے۔

وإذا كان كر حنطة بين رجلين نصفين عشرة أقفزة منها طعام جيد على حدة وثلاثون قفيزا رديء على حدة فأراد أحدهما أن يأخذ العشرة بحقه ويأخذ شريكه الثلثين بحقه لم يصح ذلك لأن في هذه القسمة معنى البيع ومبادلة الحنطة بجنسها متفاضلا ربا فإن رد الذي أخذ الثلاثين قفيزا ثوبا بعينه على صاحبه واقتسما على ذلك جاز بناء على أصلنا أن الفضل يجعل بمقابلة الثوب احتيالا لتصحيح العقد (المبسوط للسرخسي (15/ 84)

خط کشیدہ عبارت میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جس طرح بیع کے اندر وحدتِ جنس کی صورت میں تفاضل جائز نہیں اسی طرح تقسیم کے وقت بھی تفاضل جائز نہیں ہو گا، "لان هذا القسمة فی معنی البیع"۔ لہٰذا جب تقسیم میں بیع کے معنی پائے جانے کی وجہ سے مذکورہ حکم لگایا گیا تو پھر جودت ورداءت کے سلسلہ میں بھی بیع کا حکم لگانا چاہیے یعنی وحدتِ جنس کی صورت میں تقسیم کے وقت جودت ورداءت ہدر ہونے چاہئیں، اور نتیجۃً تقسیم جائز ہونی چاہیے۔ لہٰذا اگر ورثاء یا شرکاء ایک جنس کے اموال مشترکہ میں سے بذریعہ قرعہ اندازی اپنے حصوں کے بقدر ہی جید یا ردی حاصل کریں تو شرعاً یہ ممنوع نہیں ہو گا۔ اور اس بات کی تائید مذکورہ حیلہ سے بھی ہوتی ہے جس میں دونوں طرف اگرچہ ایک ہی جنس کی گندم ہے لیکن ایک طرف دس قفیز گندم جید ہیں اور دوسری طرف دس قفیز ردی ہیں (اور باقی بیس قفیز ردی گندم کپڑے کے بدلے میں ہیں)، ایسی صورت میں جودت ورداءت کو ہدر قرار دیتے ہوئے اس تقسیم کو جائز قرار دیا گیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ سوال میں ذکر کردہ تقسیم کی پہلی صورت باہمی رضامندی سے جائز ہے۔

جہاں تک تقسیم کی دوسری صورت کا تعلق ہے تو یہ بذریعہ قرعہ اندازی بلاشبہ ناجائز ہے، لیکن در حقیقت اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ صورت بغیر قرعہ اندازی کے بھی جائز نہیں، اور جو معاملہ بغیر قرعہ کے جائز نہ ہو وہ بذریعہ قرعہ بھی جائز نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کو بیسی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا (کیونکہ بیسی میں بغیر قرعہ اندازی والی صورت بالاتفاق جائز ہے)۔ ورنہ لازم آئے گا کہ بغیر قرعہ اندازی کے بیسی ناجائز ہو، حالانکہ اس کا جواز سائل کے یہاں بھی مسلّم ہے۔

ہدایہ کی مذکورہ عبارت میں تقسیم کے ناجائز ہونے کو قرعہ اندازی کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ عمومی طور پر ذکر کیا ہے جس میں بغیر قرعہ و قرعہ دونوں صورتیں داخل ہیں۔

(۸)۔۔۔مذکورہ قاعدہ قابل تسلیم نہیں کیونکہ قرعہ اندازی کے ذریعہ تعیین کیلئے قاضی کوئی شرط نہیں، بلکہ قاضی کو یہ ولایت ہی حاصل نہیں کہ وہ کسی شخص کو مجبور کرے کہ اپنی فلاں بیوی کو اپنے ساتھ سفر پر لے کر جائے لیکن شوہر قرعہ اندازی کر کے ایک بیوی کو اپنے ساتھ سفر پر لے جاسکتا ہے۔واضح رہے کہ جہاں کسی موقع پر فیصلے کا مدار محض قرعہ اندازی نہ ہو، بلکہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا جائز راستہ بھی موجود ہو، تو وہاں تطییبِ قلوب یا جانبداری کی تہمت سے بچنے کیلئے قرعہ اندازی جائز ہوتی ہے لیکن یہ صرف قاضی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر معاملہ کرنے والے کیلئے یہ حکم ہے۔چنانچہ فتح القدیر کی درج ذیل خط کشیدہ عبارت میں اسی کی صراحت ہے۔

ونحن لا ننفي شرعية القرعة في الجملة بل نثبتها شرعا لتطييب القلوب ودفع الاحقاد والضغائن كما فعل عليه الصلاه والسلام للسفر بنسائه فإنه لما كان سفره بكل من شاء منهن جائزا الا انه ربما يتسارع الضغائن الى من يخصها من بينهن فكان الاقراع لتطييب قلوبهن وكذا اقراع القاضي في الانصباء المستحقة والبداية بتحليف احد المتحالفين انما هو لدفع ما ذكرنا من تهمة الميل والحاصل انها انما تستعمل في المواضع التي يجوز تركها فيها لما ذكرنا من المعنى ومنه استهام زكريا عليه السلام معهم على كفالى مريم عليها السلام كان لذلك والا فهو كان احق بكفالتها لان خالتها كانت تحته والله اعلم

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالی نے معارف القرآن میں یہی مفہوم واضح انداز میں بیان فرمایا ہے۔

"قرعہ اندازی اس موقع پر جائز بلکہ بہتر ہے جہاں ایک شخص کو شرعاً مکمل اختیار حاصل ہو کہ وہ چند جائز راستوں میں سے کسی بھی راستہ کو اختیار کرے، اب وہ اپنی مرضی سے کوئی راستہ متعین کرنے کے بجائے قرعہ ڈال کر فیصلہ کر لے، مثلاً جس شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اسے سفر میں جاتے وقت یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس بیوی کو چاہے ساتھ لے جائے۔اب وہ اپنی مرضی سے ایسا کرنے کے بجائے قرعہ اندازی کر لے تو بہتر ہے۔" (ج:۷، ص:۴۷۸)

نیز اس کی تائید خود "مبسوط" کی مذکورہ عبارت کے سیاق سے بھی ہوتی ہے جس میں مختلف قسم کے قرعوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ہر ایک میں یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ اس معاملہ کرنے والے کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ بغیر قرعہ کے تعیین کرے لیکن اس کے باوجود اس نے قرعہ اندازی اختیار کی، ان صورتوں میں قاضی کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی۔

وإنما يجوز استعمال القرعة عندنا فيما يجوز الفصل فيه بغير القرعة كما في القسمة فإن للقاضي أن يعين نصيب كل واحد منهم بغير قرعة فإنما يقرع تطييبا لقلوبهم ونفيا

لتهمة الميل عن نفسه. وبهذا الطريق كان يقرع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين نسائه إذا أراد سفرا لأن له أن يسافر بمن شاء منهن بغير قرعة إذ لا حق للمرأة في القسم في حال سفر الزوج وكذلك يونس صلوات الله عليه عرف أنه هو المقصود وكان له أن يلقي نفسه في الماء من غير إقراع ولكنه أقرع كيلا ينسب إلى ما لا يليق بالأنبياء. وكذلك زكريا عليه السلام كان أحق بضم مريم إلى نفسه لأن خالتها كانت تحته ولكنه أقرع تطيبيا لقلوب الأحبار مع أن تلك كانت معجزة له۔ (7 / 134)

واضح رہے کہ مذکورہ تعلیل" لأن تعيين المستحق بمنزلة الاستحقاق ابتداء نكما أن تعليق الاستحقاق بخروج القرعة يكون قمارا فكذلك تعيين المستحق "سے اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرعہ کے ذریعے کسی مستحق کی تعیین کرنا بھی قمار میں داخل ہے لیکن درحقیقت یہ مقصود نہیں، اسلئے کہ یہ تعلیل تو قرعہ کی ایک خاص صورت سے متعلق ہے جہاں ایک ہی شئ کے کل کے دعوے دار دو یا دو سے زیادہ افراد ہوں، اور ہر ایک کے پاس شہادت بھی ہو۔ تو ایسی صورت میں قرعہ اندازی کے ذریعے کسی مستحق کی تعیین کرنا ہمارے نزدیک بلاشبہ قمار میں داخل ہے کیونکہ اس کی وجہ سے دوسرے کا حق بالکلیہ ساقط ہو سکتا ہے (جیسا کہ سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے)۔

المبسوط للسرخسي – (17 / 74)

باب الدعوى في الميراث :قال رحمه الله عبد في يد رجل فأقام رجل البينة أن أباه مات وتركه ميراثا له لا يعلمون له وارثا غيره وأقام آخر البينة أن أباه مات وتركه ميراثا له لا يعلمون له وارثا غيره فإنه يقضي بالعبد بينهما نصفان لأن كل واحد من الوارثين خصم عن مورثه فكأن المورثين حيان وأقام البينة على ملك مطلق لهما في يد ثالث وفي هذا يقضي بالملك بينهما نصفان عندنا وعلى قول مالك رحمه الله يقضي بأعدل البينتين وعند الأوزاعي رحمه الله يقضي لأكثرهما عددا في الشهود وفي أحد قولي الشافعي رحمه الله تتهاتر البينتان وفي القول الآخر يقرع بينهما ويقضي لمن خرجت قرعته فمالك يقول الشهادة إنما تصير حجة بالعدالة فالأعدل في كونه حجة أقوى والضعيف لا يزاحم القوي ....والشافعي ...على القول الذي يقول بالقرعة استدل بحديث سعيد بن المسيب رضي الله عنه أن رجلين تنازعا في أمة بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم وأقام كل واحد منهما البينة أنها أمته فأقرع رسول الله صلى الله عليه وسلم بينهما وقال:"اللهم أنت تقضي بين عبادك بالحق" ثم قضى بها لمن خرجت قرعته...... ولنا حديث تميم بن طرفة رضي الله عنه أن رجلين تنازعا في عين بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم فأقام البينة فقضى به رسول الله صلى الله عليه وسلم

بينهما نصفين ... وما روي من استعمال القرعة فقد كان في وقت كان القمار مباحا ثم انتسخ ذلك بحرمة القمار لأن تعيين المستحق بمنزلة الاستحقاق ابتداء فكما أن تعليق الاستحقاق بخروج القرعة يكون قمارا فكذلك تعيين المستحق بخلاف قسمة المال المشترك فللقاضي هنا ولاية التعيين من غير قرعة وإنما يقرع تطييبا لقلوبهما ونفيا لتهمة الميل عن نفسه فلا يكون ذلك في معنى القمار..(نیز ملاحظہ ہو المبسوط للسرخسي- 7 / 134)

حاصل یہ کہ بیسی میں جب شرکاء کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بغیر قرعہ کے کسی رکن کی تعیین کریں تو بذریعہ قرعہ اندازی بھی کر سکتے ہیں۔ نیز مذکورہ تعلیل کا ہمارے مسئلہ سے تعلق نہیں، اسلئے کہ اس میں استحقاق شرعی ہے جبکہ ہمارے مسئلہ میں صرف تعیین مستقرض ہے، اور وہ بھی عقدِ تبرع میں۔ فشتان بينهما

(۹)۔۔۔ تبرع میں "تعيين المدفوع اليه" کیلئے قرعہ جائز ہے جیسے شاگردوں میں ہدیہ دینے کیلئے قرعہ اندازی کرنا، یا اسی طرح فقیروں میں "تعيين المتصدق عليه" کیلئے قرعہ ڈالنا۔ اور اقراض بھی تبرع ہے لہٰذا اس میں بھی قرعہ جائز ہوگا کہ کس کو قرض دیا جائے۔ اور یہ کہنا کہ ہبہ اور عاریۃ کیلئے قرعہ اندازی کرنا جائز نہیں، غلط ہے۔

(۱۰)۔۔۔ واضح رہے کہ قمار کی حقیقت کا ایک لازمی عنصر یہ ہے کہ ایسا خطرہ پایا جائے کہ جس میں داؤ پر لگی ہوئی رقم بلا معاوضہ دوسرے فریق کے پاس چلی جاتی ہے اور اس کا کوئی معاوضہ نہیں ملتا۔ لہٰذا اگر کسی رقم کا پورا پورا معاوضہ ملنا ہر صورت میں یقینی ہو، تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ رقم داؤ پر لگائی گئی ہے، یا اسے خطرے میں ڈالا گیا ہے۔ اور مذکورہ مثال میں جو اشخاص بذریعہ قرعہ ایک شخص کو قرضہ دیں گے، ان میں سے ہر ایک کو اپنی رقم کا پورا پورا معاوضہ ملنا یقینی ہے (جیسا کہ قرض کا حکم ہے)، لہٰذا مذکورہ "خطرہ" نہ پائے جانے کی وجہ سے اس کو قمار نہیں کہا جاسکتا۔

(۱۱)۔۔۔ بیسی میں قرعہ اندازی کرنا قرضِ حسن کے بجائے تہایؤ کی جہت کا تعین نہیں کرتا، اسلئے کہ بیسی میں نقدی کا لین دین ہوتا ہے اور نقدی میں تہایؤ شرعاً متصور نہیں، (لان شرطها ان تكون العين يمكن الانتفاع بها مع بقاء عينها)، بلکہ قرض ہی متعین ہے۔

واضح رہے کہ "تہایؤ فی الاعیان" شرعاً درست ہے جیسے کسی عینِ مشترکہ (مکان یا مشین) کو باری باری استعمال کرنا۔

ويجب أن يعلم بأن المهايأة قسمة للمنافع وأنها جائزة في الأعيان المشتركة التي يمكن الانتفاع بها مع بقاء عينها (الفتاوى الهندية - 5 / 229)

امام شہاب الدین قلیوبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ذکر کردہ عبارت میں قرعہ والی صورت کا نفیاً یا اثباتاً ذکر نہیں، لہٰذا اس عبارت سے قرعہ کے عدم جواز پر استدلال نہیں کیا جا سکتا، نیز حضرات شوافعؒ کی دیگر کتابوں کی طرف بھی مراجعت کی گئی لیکن ان میں بھی کسی کتاب میں یہ صراحت مذکور نہیں ملی کہ قرعہ والی صورت میں بیسی ناجائز ہوگی۔

(۱۲)۔۔۔ کسی معاملے کے قمار ہونے کا مدار اس معاملے میں قمار کی حقیقت کے پائے جانے اور نہ پائے جانے پر ہے۔ مذکورہ بیسی میں جب قمار کی حقیقت نہیں پائی جا رہی تو محض بعض شرکاء کا خوش ہونا یا غمزدہ ہونا جہتِ قمار کا تعین نہیں کرتا، ورنہ قرعہ بین النساء بھی ناجائز ہونا چاہئے اسلئے کہ اس میں بھی ایک کی خوشی اور دوسرے کی ناخوشی ممکن ہے، نیز قرض دینے یا ہبہ کرنے کی بعض صورتوں میں بھی یہ خوشی اور ناخوشی پائی جاتی ہے لیکن وہ مدارِ جواز یا عدم جواز نہیں۔

(۱۳)۔۔۔ بیسی میں قرعہ اندازی کا جائز ہونا "قسمة الاعیان" اور "تہایؤ" میں قرعہ اندازی پر قیاس کرنے کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس وجہ سے ہے کہ یہ نہ قمار ہے نہ ربا، نیز اس میں کوئی اور شرعی محظور بھی لازم نہیں آتا۔ " لان الأصل في المعاملات الإباحة وخاصة في عقود التبرع إلا ما قام الدليل المعتبر شرعًا على تحريمه "۔

(۱۴)۔۔۔ قرعہ اندازی کے نتیجے کا لزوم درحقیقت یا تو کسی سابقہ وعدہ کی بنیاد پر ہوتا ہے (جیسا کہ بیسی یا تقسیم کی بعض صورتوں میں ہوتا ہے) یا اختیار کی بنیاد پر ہوتا ہے (جیسا کہ قرعہ بین النساء کی صورت میں ہوتا ہے جہاں کوئی وعدہ نہیں پایا جاتا)، لیکن ان دونوں صورتوں میں نتیجے کو لازم سمجھنے سے قرعہ کے جواز کا حکم متاثر نہیں ہوتا۔

حاشية ابن عابدين – (6 / 403)

لأن القمار من القمر الذي يزداد تارة وينقص أخرى وسمي القمار قمارا لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص ولا كذلك إذا شرط من جانب واحد لأن الزيادة والنقصان لا تمكن فيهما بل في أحدهما تمكن الزيادة وفي الآخر الانتقاص فقط فلا تكون مقامرة لأنها مفاعلة منه ...
ـــ لأن القمار هو الذي يستوي فيه الجانبان في احتمال الغرامة على ما بينا

معارف القرآن (ج ۱، ص ۵۴۳، سورۃ البقرۃ: ۲، ۲۱۸)

" قمار کی تعریف یہ ہے کہ جس معاملے میں کسی مال کا مالک بنانے کو ایسی شرط پر موقوف رکھا جائے جس کے وجود و عدم کی دونوں جانبیں مساوی ہوں اور اسی بناء پر نفع خالص یا تاوان خالص برداشت کرنے کی دونوں جانبیں بھی برابر ہوں۔ (شامی: ص ۳۵۵، جلد ۵ کتاب الحظر والاباحۃ) مثلاً یہ بھی احتمال ہے کہ زید پر تاوان پڑ جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ عمر پر تاوان پڑ جائے۔ اس کی جتنی قسمیں اور صورتیں پہلے زمانے میں رائج تھیں یا آج رائج ہیں یا آئندہ پیدا ہوں، وہ سب میسر اور قمار اور جوا کہلائے گا۔"

بحوث فی قضایاه فقهیه معاصرة:236/2

والذی یتبین من النظر فی احکام القرآن والسنة والفقه الاسلامی بشان القمار ،ان القمار یترکب من اربعة عناصر:الاول:انه عقد معاوضة بین جهتین او فردین۔ الثانی: ان کل فریق فی هذا العقد یعلق ملکه علی الخطر۔الثالث:ان حصول المال الزائد فی هذا العقد موقوف علی واقع یحتمل الوقوع وعدمه۔الرابع:ان المال المعلق علی الخطر فی القمار اما یضیع من ید صاحبه بدون عوض ، او یجلب مالا اکثر۔ فحیث وجدت هذه العناصر الاربعة تحقق القمار۔

شرح فتح القدير – (4 / 493)

والحاصل انها انما تستعمل في المواضع التي يجوز تركها فيها لما ذكرنا من المعنى ومنه استهام زكريا عليه السلام معهم على كفالى مريم عليها السلام كان لذلك والا فهو كان احق بكفالتها لان خالتها كانت تحته والله اعلم فأما ان يتعرف بها الاستحقاق بعد اشتراكهم في سببه فأولى منه ظاهر التوزيع لان القرعة قد تؤدي الى حرمان المستحق بالكلية لان العتق اذا كان شائعا فيهم يتع في كل منهم منه شيء فإذا جمع الكل في واحد فقد حرم الاخر بعض حقه بخلاف ما اذا وزع فإنه ينال كلا شيء واما اذا لم يكن شائعا فيهم كما تقدم في العشرة المالكين لعشر جوار اذا اعتق احدهم جاريته ثم لم تدر وصار ملك العشر لواحد حيث يعتق من كل عشرها وتسعى في تسعة اعشارها ففيه اصابة المستحق بعض حقه يقينا ومع القرعة جاز ان يفوتها كل حقها

المجلة – (1 / 228)

مادة كما أنه ينبغي إجراء القرعة في المهايأة زمانا و لأجل البدء يعني أي أصحاب الحصص ينتفع أولا كذلك في المهايأة مكانا و ينبغي تعيين المحل بالقرعة أيضا

البحر الرائق: (6 / 195)

(والقسمة) بأن كان للميت دين على الناس فاقتسموا التركة من الدين والعين على أن يكون الدين لأحدهم والعين للباقين فهي فاسدة"

المحيط البرهاني للإمام برهان الدين ابن مازة – (7 / 681)

يجب أن يعلم بأن المهايأة قسمة المنافع، وانما جائزة في الأعيان المشتركة التي يمكن الانتفاع بها مع بقاء عينها

الهداية شرح البداية – (4 / 238)

لأن الموصى له شريك الوارث وفي تخصيصه بالعين بخس في حق الورثة لأن للعين فضلا عن الدين

الهداية شرح البداية – (3 / 62)

والنقدية أوجبت فضلا في المالية فتتحقق شبهة الربا وهي مانعة كالحقيقة

المحيط البرهاني للإمام برهان الدين ابن مازة – (7 / 255)

ولا تتأدى زكاة العين بالدين؛ لأن الدين أنقص من العين، فصار مؤدياً الكامل بالناقص.

المبسوط للسرخسي – (7 / 134)

وذكر عن الحسن البصري أن رجلا أعتق ستة أعبد له عند موته فأقرع رسول الله صلى الله عليه وسلم بينهم فأعتق اثنين ورد أربعة في الرق وبظاهر هذا الحديث يحتج الشافعي رحمه الله تعالى علينا. فإن المذهب عندنا أن من أعتق ستة أعبد له في مرضه ولا مال له غيرهم وقيمتهم سواء يعتق من كل واحد منهم ثلثه ويسعى في ثلثي قيمته وعند الشافعي رحمه الله تعالى يجزئهم القاضي ثلاثة أجزاء ثم يقرع بينهم فيعتق اثنين بالقرعة ويرد أربعة في الرق ـــ "وحجتنا" في ذلك أن العبيد استووا في سبب الاستحقاق وذلك موجب للمساواة في الاستحقاق فلا يجوز اعطاء البعض وحرمان البعض ـــ ولا وجه لتعيين المستحق بالقرعة لأن تعيين المستحق بمنزلة ابتداء الاستحقاق فإن الاستحقاق في المجهول في حكم العين كأنه غير ثابت فكما أن تعليق ابتداء الاستحقاق بخروج القرعة يكون قمارا فكذلك تعيين المستحق، وإنما يجوز استعمال القرعة عندنا فيما يجوز الفصل فيه بغير القرعة كما في القسمة

مجلة مجمع الفقه الإسلامي – (2 / 9370)

القاعدة الشرعية: هي أن الأصل في المعاملات الإباحة إلا ما قام الدليل المعتبر شرعا على تحريمه ـــــــ

والله سبحانه وتعالى أعلم بالصواب

ضیاء الحق

ضیاء الحق عفا اللہ عنہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۱۸/صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

۲۲/دسمبر ۲۰۱۳ء

الجواب صحیح والمجیب نجیح

بارک اللہ تعالیٰ فی علمہ

[illegible] عبد المنان [illegible]

۲۰/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح

جزی اللہ تعالیٰ المجیب [illegible]

العبد محمود اشرف غفر اللہ لہ

۱۸/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح

[illegible]

۱۸/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح

شاہ محمد تفضل علی [illegible]

۲۱/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح

[illegible]

۱۹/۲/۱۴۳۵ھ